جناب عباداللہ فاروقی

اُردو شاعری میں اقبالؒ کا مرتبہ

شاعری میں علامہ اقبال کو جو منفرد حیثیت حاصل ہے اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اُردو شاعری کو اُن تنگنائوں سے آزاد کر دیا جن میں وہ ایک عرصہ سے پھنس چکی تھی۔ مزید برآں ان کے عروضی تجربات نے ہمارے اصنافِ سخن کو بیکراں بنا دیا۔ انھوں نے غزل کو ردیف کی قید سے ایک بار پھر آزاد کر دیا۔ بالِ جبریل اور ضربِ کلیم کی غزلیات شاہد ہیں کہ غزل میں مضمون اور طرز دونوں کے لحاظ سے تبدیلی ہو سکتی ہے اور تنوع اور ترقی کی بڑی گنجائش ہے۔ مسدس کو خلعتِ قبول بخشنے کے علاوہ اقبال نے ترکیب بند سے زیادہ سے زیادہ کام لیا۔ کم اصناف ایسی بکار آمد ہوں گی کیونکہ اس میں ایک طرف مثنوی کی سی آزادی ہے، دوسری طرف غزل کا ترنم اور تنوع۔ خضرِ راہ، طلوعِ اسلام، شمع و شاعر، تصویرِ درد وغیرہ اسی صنف کی مثالیں ہیں۔

مثنوی کی بے کیف یکرنگی کا ازالہ اقبال نے اس طرح کیا کہ اول تو خود مثنوی میں نئی نئی طرزوں سے کام لیا اور کچھ نظموں کو بندوں میں تقسیم کیا۔ (مثلاً والدہ مرحومہ کی یاد میں)۔

اقبال کی اولیات میں یک موضوعی طویل نظمیں بھی بہت اہم ہیں۔ اس سے پہلے منظم اور مسلسل فکر کے لیے اُردو شاعری میں کوئی سانچا نہ تھا۔ علاوہ بریں اقبال ہی نے اُردو شاعری کو دبستانوں کے استبداد سے نجات دی ہے۔

اقبالؔ، لکھنؤ سے نہ دلی سے ہے غرض ہم تو اسیر ہیں خمِ زلفِ کمال کے

اقبالؔ نے الفاظ سے زیادہ معانی پر زور دیا اور زبان اور اسالیب کو مضمون کا باج گزار بنا دیا۔ شاعری کی روایتی زبان کو بیک قلم ترک کر دینے کے بجائے اقبال نے اس کو نئی حیات اور نئی طاقت عطا کی۔ انھوں نے بھولے ہوئے ادبی الفاظ کو از سرِ نو زندہ کیا اور مستعمل الفاظ کو نئے مفہوم سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آشنا کیا۔ اور بے شمار نئی نئی ترکیبیں اختراع کیں مثلاً آئینہ پوش، حیرت فروش، پیغام سروش، نغمہ مرا، رم شبنم، سرودِ ربطِ عالم، جوہر آئینۂ ایام، طلسم ہیچ مقداری، شوقِ بے پروا، منت کشِ تابِ شنیدن، چراغ لالۂ صحرا وغیرہ۔

ڈاکٹر یوسف حسین خاں لکھتے ہیں کہ "یہ بات دعوے سے کہی جا سکتی ہے کہ اس (اقبال) نے اپنے کلام میں زندگی کی نسبت جس قدر تشبیہیں، استعارے اور ترکیبیں استعمال کی ہیں، ان کی مثال فارسی اور اردو کے کسی دوسرے شاعر کے یہاں نہیں ملتی۔ ہم ذیل میں بطور مثال ان ترکیبوں کو لکھتے ہیں، جن کی ندرت اور رنگینی سے فارسی اور اردو ادب کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ دراصل واقعہ یہ ہے کہ زندگی کے موضوع کو فارسی اور اردو میں سب سے پہلے اسی نے پیش کیا۔ اس کی تشبیہیں اور ترکیبیں اس کی وسعتِ فکر پر دلالت کرتی ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

شرابِ زندگی، حبابِ زندگی، رزم گاہِ خیر و شر، لذتِ گیرِ وجود، سرمستِ مے نمود، منت کشِ ہنگامہ، توسنِ ادراک، شمشیرِ ذوقِ جستجو، حدیثِ ماتم دلبری، طرب آشنائے خروش، قندیلِ دل سوادِ اشہب دوراں، فروغِ دیدۂ امکاں، رونقِ ہنگامۂ ایجاد، نقطۂ پرکارِ حق، سردیٔ خونِ حیات وغیرہ۔[1]

اقبال اور غالب کی فارسی تراکیب میں نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ غالب کے کلام میں کوئی ایسی ترکیب نہ پائیں گے جو بیدل کے یہاں موجود نہ ہو۔ اقبال کی تراکیب میں جو سلاست و حلاوت پائی جاتی ہے وہ غالب کی تراکیب سے کہیں زیادہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اقبال نے ثقیل اور ناگوار ترکیبیں استعمال ہی نہیں کیں اور نہ کسی کی تقلید کی ہے۔ زیادہ تر اُن کی ترکیبیں ان کے اپنے ذہن کی پیداوار ہیں۔ غالب اور اقبال کی ترکیبوں کا تعلق زیادہ تر تشبیہ و استعارہ یا تخیّل سے ہے۔ اس لیے ان کی خوبی کا انحصار دو چیزوں پر ہے۔ ایک یہ کہ جس خیال کو پیش کیا جاتا ہے وہ خود اپنی جگہ جدید اور پاکیزہ ہو اور دوسرے یہ کہ حسنِ الفاظ کے ذریعہ سے انھیں ظاہر کیا جاتا ہے، وہ مدعا کے لحاظ سے مناسب

---

[1] یوسف حسین خاں، روحِ اقبال، ص ۱۲۴۔ مطبوعہ حیدرآباد۔ دکن۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور موزوں ہوں، اور تلفظ کے لحاظ سے سلیس و شیریں ہیں۔ تاکہ الفاظ و معنی حد درجہ ہم آہنگی کے ساتھ مربوط ہو کر ذہن کو ایک خاص لذت سے آشنا کر سکیں۔ اس باب میں اقبال کا مرتبہ غالب سے کہیں بلند نظر آتا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا
میں ہلاکِ جادوئے سامری تو قتیلِ شیوۂ آزری

میں نوائے سوختہ در گلو تو پریدہ رنگ رمیدہ بو
میں حکایتِ غمِ آرزو تو حدیثِ ماتمِ دلبری

چرخ نے بالی چرائی ہے عروسِ شام کی
نیل کے پانی میں یا مچھلی ہے سیمِ خام کی

جس طرح ڈوبتی ہے کشتیِ سیمیں قمر
نورِ خورشید کے طوفان میں ہنگامِ سحر

جلوۂ طور میں جیسے یدِ بیضائے کلیم
موجۂ نکہتِ گلزار میں غنچہ کی شمیم

غالب کی ترکیبیں ملاحظہ ہوں:

عرض کیجیے جوہرِ اندیشہ کی گرمی کہاں

گو میں منت کشِ گلبانگِ تسلی نہ ہوا

ہنوز اک پرتوِ نقشِ خیالِ یار باقی ہے

بقدرِ ظرف ہے ساقی خمارِ تشنہ کامی بھی

جاں دادۂ ہوائے سرِ راہگزار تھا

جاں نذرِ دلفریبیِ عنواں کیے ہوئے

ڈھونڈے ہے اس مغنیِ آتش نفس کو جی

اس میں کلام نہیں کہ غالب کی ان تراکیب کا ہر لفظ زبان سے ادا ہوتے ہی براہِ راست ذہن و دماغ کو متاثر کرتا ہے اور کسی قسم کی کوئی الجھن مفہوم و معنی کے لحاظ سے پیدا نہیں ہوتی۔ لیکن غالب کی بے شمار ترکیبیں ایسی بھی ہیں جو ان خوبیوں سے معرا ہیں۔ اس کے برعکس اقبال کی جملہ ترکیبیں ان کے فکر و تخیل کی آئینہ دار ہیں اور ان میں حرکی عنصر کو اجاگر کیا گیا ہے۔ غالب کے یہاں جدید اور معنی خیز تراکیب کی بہ کثرت نہیں ہے جو اقبال کے ہاں پائی جاتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غرض اقبال نے اُردو شاعری کے ذخیرۂ الفاظ کو نہ صرف وسیع کیا بلکہ اسے تازگی اور طاقت بخشی۔ اقبال سے پہلے اُردو شاعری کی زبان کا مقصد محض یہ تھا کہ عشقیہ جذبات اور وہ بھی مصنوعی طور سے ادا کرے۔ ظاہر ہے کہ جدید شعرا ذخیرۂ الفاظ کے لیے اقبال کے مرہونِ منت ہیں۔ اقبال کے دواوین سے بڑھ کر اس امر کا کوئی ثبوت نہ ہوگا کہ ہر خیال، ہر احساس، ہر بیان، ہر داستان اور ہر قسم کے حکیمانہ سیاسی اور سماجی مطالب اُردو شاعری میں ادا کیے جا سکتے ہیں۔

عبدالمالک آروی "اقبال اور اس کی شاعری" کے تحت لکھتے ہیں:

"اقبال اپنے جذبات کی اثیریت اور امتزاز فکر و روح کے اعتبار سے نہ صرف ہندوستان بلکہ یورپ، ایران، عراق اور مصر میں بھی کافی شہرت رکھتے ہیں۔ ان کی شاعری کے اجزائے ترکیبی کیا ہیں؟ یہ بہت اہم بحث ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ نہ تو فارسی میں ان کے رنگ کا شاعر پایا جاتا ہے اور نہ اُردو میں ان سے قبل کوئی اس انداز کا شاعر گزرا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ انھوں نے فارسی زبان کے مشاہیر شعرا سے کافی حد تک استفادہ کیا ہے اور اس سے بھی کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ اُردو میں وہ حالی اسکول کی پیداوار ہیں۔ یقیناً حالی، اسمٰعیل میرٹھی اور اکبر الٰہ آبادی کے تاثرات سے وہ بڑی حد تک اثر پذیر ہیں۔ ہر چند تینوں حضرات اپنے اندازِ بیان اور جدتِ انشا کے لحاظ سے اپنی مثال نہیں رکھتے۔ حالی عہدِ حاضر کے تمام نظم نگار شعرا کے پہلے استاد ہیں۔ اور میرا خیال ہے ہندوستان کا کوئی ایسا نظم نگار نہیں جس کے افکارِ شعری کی تنقید و تحلیل کی جائے تو اس کا انتساب حالی اسکول سے نہ ہو پھر بھی اقبال اپنی نظیر آپ ہیں۔"[۵]

اقبال کا اُردو ادب پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انھوں نے اُردو شاعری کے تخیل کو بیکراں وسعتیں عطا کیں۔ تکوین کے دائرے کو واقعی کائنات سے ہمکنار کر دیا۔ اُردو شعرا کی طویل فہرست میں اقبال پہلے مفکر ہیں۔ اس کے پیشرو شعر کہتے وقت یا تو جذبات کے سیلاب میں بہ جاتے تھے یا پھر ان کی

۵۔ عبدالمالک آروی، اقبال کی شاعری، ص ۱۰، مطبوعہ آرہ۔ (ہندوستان)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ساری توجہ الفاظ اور ظاہری تزئین پر رہتی، حتّٰی کہ میرؔ اور غالبؔ جیسے اساتذہ بھی کبھی کبھی نازک خیالی اور ایہام گوئی کے دلدل میں جا پھنستے ہیں۔ اقبال لفظوں کی خاطر خیال آرائی نہیں کرتے۔ ان کے ہاں الفاظ مضمون کے تابع ہیں۔ مضمون لفظ کا تابع نہیں۔ یہ اقبال کے کلام ہی کا اثر ہے کہ آج غزل تک میں مضمون کا تسلسل اور موضوع کی یگانگت کارفرما نظر آنے لگتی ہے۔ نظم کی دیگر اصناف جنھیں اقبال نے رائج کیا زمانے کے قدم بقدم چل رہی ہیں۔ ہمارے جدید شعرا کا دماغی افق اقبال کی بدولت اپنے دامن میں آفاق کی وسعتیں لیے ہوئے ہے۔

حالیؔ، آزادؔ اور شبلیؔ نے اُردو شاعری کو خانقاہ اور دربار کی دوہری غلامی سے آزاد کرنے کی طرف پہلا قدم اٹھایا۔ اقبال نے اس کی تکمیل کی۔ انھوں نے شعر کی اہمیت، صلاحیت اور عظمت کا ایک نیا تصور ہمارے شاعروں کے سامنے پیش کیا۔ اس سے صرف یہی نہ سمجھنا چاہیے کہ اقبال نے اُردو ادب کو صرف نئے افکار اور نئے خیالات سے روشناس کیا بلکہ انھوں نے ادبِ جدید کی رُوح تخلیق اور تشکیل کی۔ یہ رُوح آزادی اور تجسّس کی روح ہے۔ اقبال کا یقین اندھا یقین نہیں بلکہ وہ ایقان ہے جس کی جڑیں اضطراب اور دماغی خلفشار میں ملتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال کی قدامت پسندی ماضی کی اندھا دھند تقلید نہیں بلکہ ماضی کی روشن خیال تجدید ہے۔ جس کی آغوش تہذیبِ نَو کی ہر خوبی کے لیے وا ہے۔

منظر نگاری

اُردو ادب میں اگرچہ منظر نگاری جوشؔ کی اقلیم ہے لیکن اوّلیت کا سہرا یہاں بھی اقبال کے سر ہے۔ اقبال سے پہلے منظر نگاری معدوم نہ تھی۔ لیکن ہمارے یہاں مناظر یا تو بالکل رسمی اور خیالی ہوتے تھے، جیسا کہ ذوقؔ، سوداؔ اور انشاؔ کے قصائد میں، یا ان میں محض عکاسی ملتی تھی، جیسے نظیرؔ آزادؔ اور حالیؔ کی منظومات، مناظرِ فطرت کی شاعرانہ محاکات پہلے اقبال کے ہاں ملتی ہے۔ "خضرِ راہ" کا پہلا بند اس کی نمایاں مثال ہے۔ اس میں فطرت صرف پس منظر ہی کا کام نہیں دیتی بلکہ ان خیالات سے گھُل مِل گئی ہے، جن کا نظم میں اظہار ہوا ہے، اور نظم کے ماحول سے ہم نوا ہے۔ اقبال کی چھوٹی چھوٹی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غنائی نظمیں، جگنو، چاند اور تارے وغیرہ اُردو ادب کے لیے بالکل نئی چیزیں ہیں۔

مسلمانوں کے ذوقِ تن آسانی، ان کی زوال پسندی و ترکِ روایاتِ قومی و شعائرِ مذہبی کے بعد اقبال اگر کسی چیز سے متاثر ہوتے ہیں تو وہ مناظرِ فطرت ہیں۔ ترجمانِ فطرت شعرا کی طرح اقبال بھی باغ و راغ، دشت و کہسار، برق و باراں، ندی و آبشار وغیرہ سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس کے مشاہدات کنارِ آبِ جو، صحنِ گلشن، سوادِ فلک، رنگینیِ شفق، مناظرِ ارض و سما، درخشانیِ کواکب، گردشِ لیل و نہار، نظامِ طلوع و غروب و نیرنگیِ بہار و خزاں سے متعلق ہیں۔ "انسان اور بزمِ قدرت" نظم کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

پرتوِ مہر کے دم سے ہے اُجالا تیرا ۔۔۔ سیمِ سیّال ہے پانی ترے دریاؤں کا
مہر نے نور کا زیور تجھے پہنایا ہے ۔۔۔ تیری محفل کو اسی شمع نے چمکایا ہے
گل و گلزار ترے خلد کی تصویریں ہیں ۔۔۔ یہ سبھی سورۂ والشمس کی تفسیریں ہیں
سُرخ پوشاک ہے پھولوں کی، درختوں کی ہری ۔۔۔ تیری محفل میں کوئی سبز کوئی لال پری
ہے ترے خیمۂ گردوں کی طلائی جھالر ۔۔۔ بدلیاں لال سی آتی ہیں افق پر جو نظر
کیا بھلی لگتی ہے آنکھوں کو شفق کی لالی ۔۔۔ مئے گلرنگ خمِ شام میں تو نے ڈالی
صبح اک گیت سراپا ہے تری سطوت کا ۔۔۔ زیرِ خورشید نشاں تک بھی نہیں ظلمت کا

عالمِ کون و فساد میں چھوٹی سے چھوٹی جنبش اور تبدیلی کا اقبال کی باریک بیں آنکھ مشاہدہ کر کے اس میں ایک نیا جلوہ پاتی ہے۔ پھول کی پتیوں کو خزاں میں گرتا دیکھ کر یوں گویا ہوتے ہیں،

پتیاں پھولوں کی گرتی ہیں خزاں میں اس طرح ۔۔۔ دستِ طفلِ خفتہ سے رنگیں کھلونے جس طرح

غروبِ آفتاب کے بعد طلوعِ قمر کی کیفیت اور شام کا رنگین سماں یوں کھینچتے ہیں:

ٹوٹ کر خورشید کی کشتی ہوئی غرقابِ نیل ۔۔۔ اک ٹکڑا تیرتا پھرتا ہے روئے آبِ نیل
طشتِ گردوں میں ٹپکتا ہے شفق کا خونِ ناب ۔۔۔ نشترِ قدرت نے کیا کھولی ہے فصدِ آفتاب
چرخ نے بالی چرا لی ہے عروسِ شام کی ۔۔۔ نیل کے پانی میں یا مچھلی ہے سیمِ خام کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہار کی تعریف میں فرماتے ہیں :

پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن
مجھ کو پھر نغموں پہ اکسانے لگا مرغِ چمن

پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار
اودے اودے، نیلے نیلے، پیلے پیلے پیرہن

برگِ گل پر رکھ گئی شبنم کا موتی بادِ صبح
اور چمکاتی ہے اس موتی کو سورج کی کرن

حسنِ بے پروا کو اپنی بے نقابی کے لیے
ہوں اگر شہروں سے بن پیارے، تو شہر اچھے کہ بن

اردو شاعری کی محاکات مبالغہ کے پہلو سے ہمیشہ مملو رہی ہے - اقبال نے مبالغہ سے اجتناب کیا، اپنی سیاسی نظم "خضرِ راہ" میں چاندنی رات میں دریا کے کنارے کی تصویر جس خوبی سے کھینچی ہے اور واقعہ نگاری کو بھی ملحوظ رکھا ہے، وہ اقبال ہی کا حصہ ہے :

ساحلِ دریا پہ میں اک رات تھا محوِ نظر
گوشۂ دل میں چھپائے اک جہانِ اضطراب

شب سکوت افزا، ہوا آسودہ، دریا نرم سیر
تھی نظر حیراں کہ یہ دریا ہے یا تصویرِ آب

جیسے گہوارہ میں سو جاتا ہے طفلِ شیر خوار
موجِ مضطر تھی کہیں گہرائیوں میں مستِ خواب

رات کے افسوں سے طائر آشیانوں میں اسیر
انجمِ کم ضو گرفتارِ طلسمِ ماہتاب

پھر زبانِ خضر سے ان مناظر کو بیان کرتے ہیں جن کو صحرا نوردی میں چشمِ بینا دیکھتی ہے :

اے رہینِ خانہ تو نے وہ سماں دیکھا نہیں
گونجتی ہے جب فضائے دشت میں بانگِ رحیل

ریت کے ٹیلے پہ وہ آہو کا بے پروا خرام
وہ حضر بے برگ و ساماں وہ سفر بے سنگ و میل

وہ نمودِ اخترِ سیماب پا ہنگامِ صبح
یا نمایاں بامِ گردوں سے جبینِ جبرئیل

وہ سکوتِ شامِ صحرا میں غروبِ آفتاب
جس سے روشن تر ہوئی چشمِ جہاں بینِ خلیل

اقبال کی باریک بینی نظر کائنات کے ذرّے ذرّے میں حسن کی جھلک پاتی ہے، ان کے لیے طلوعِ آفتاب کی رنگینی اور شب کی سیہ پوشی دونوں ہی میں حسن جلوہ فرما ہے - فرماتے ہیں :

محفلِ قدرت ہے اک دریائے بے پایانِ حسن
آنکھ اگر دیکھے تو ہر قطرے میں ہے طوفانِ حسن

حسن کوہستاں کی ہیبت ناک خاموشی میں ہے
مہر کی ضو گستری شب کی سیہ پوشی میں ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آسمانِ صبح کی آئینہ پوشی میں ہے یہ
شام کی ظلمت شفق کی گل فروشی میں ہے یہ
عظمتِ دیرینہ کے مٹتے ہوئے آثار میں
طفلکِ نا آشنا کی کوششِ گفتار میں
ساکنانِ صحنِ گلشن کی ہم آوازی میں ہے
ننھے ننھے طائروں کی آشیاں سازی میں ہے
چشمۂ کوہسار میں، دریا کی آزادی میں حُسن
شہر میں، صحرا میں، ویرانے میں، آبادی میں حُسن

اقبال قدرتی مناظر کو دیکھ کر ہی متاثر نہیں ہوتے بلکہ وہ فطرت کی نیرنگیوں کا موازنہ انسانی زندگی کے واقعات سے کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک پہاڑ، فضائے گلشن، کنارِ آبجو، ندی، سکوتِ شب وغیرہ انسان کو زندگی کا سبق دیتے ہیں۔ اقبال کی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ انھوں نے اردو شاعری کی علامات جو تصوف اور تعشق کے اظہار کے لیے وقف تھیں ان کو وسیع کرکے ان سے سیاسی، اقتصادی، مذہبی، سماجی، اخلاقی، تعلیمی اور فلسفیانہ افکار کے اظہار کا کام لیا۔ اس طرح بیک وقت شاعری میں واقعیت بھی آگئی اور خشک مسائل میں طراوت بھی۔ پھر اقبال کے یہاں تلمیحات ایک بڑی شان سے ملتی ہیں۔ ان تلمیحات کا مقصد اظہارِ علم نہیں بلکہ اظہارِ خیال، اظہارِ واقعہ یا اظہارِ کیفیت ہوتا ہے۔

جدید نظموں کی ایک خصوصیت مکالمہ ہے۔ یہاں بھی اقبال کی اولیت میں کلام نہیں۔ وہ گل کو شبنم کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ ان کے سامنے کرمِ کتابی جگنو سے ہم سخن ہوتا ہے اور شمع شاعر کو سرزنش کرتی ہے۔ ان کے کان میں چاند اور تاروں کی سرگوشیوں کی آواز بھی آتی ہے۔ وہ اس بے جان اور بے زبان مخلوق کو حیات اور زبان بخشتے ہیں۔ کبھی کبھی وہ غیر مرئی خصوصیات مثلاً عقل اور عشق کو مجسم کر دیتے ہیں لیکن ان کے یہاں تجسم کا عمل برخلاف انگریزی شاعر "گرے" (Gray) نہ حد سے زیادہ ہے نہ صبر آزما۔

اقبال سے پہلے اُردو شاعری پر واہمے (Fancy) کا تسلط تھا۔ اقبال نے اسے ہمیشہ کے لیے معزول کرکے اس کی جگہ متخیلہ کو رائج کیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ جدید اُردو شاعر پامال خیالات کو نئے اسلوب سے باندھنے کے بجائے نئے خیالات سوچنے لگا ہے۔ خشک مسائل جب متخیلہ سے جلا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پاتے ہیں - اور جذبے کی حدت سے ان میں چمک پیدا ہوتی ہے تو اس سے عظیم الشان منظومات کی تخلیق ہوتی ہے، مگر تخیل اور جذبات کی شدت کبھی کبھی تھوڑی دیر کے لیے اقبال کے کلام کو سرد بنا دیتی ہے اور وہ منظوم فلسفہ معلوم ہونے لگتا ہے - لیکن اس قسم کی ناہمواری سے کوئی بڑا شاعر محفوظ نہیں - اقبال اردو کے پہلے شاعر ہیں، جنھوں نے مغرب کا بڑے غور سے مطالعہ کیا - چھوٹے نگوں کی ریزہ کاری نے اقبال کی نظر کو خیرہ نہیں کیا اور نہ وہ یورپ کی ترقی اور خوبی سے بے بہرہ رہے - انھوں نے پہلی بار اردو شاعری میں آفاقی آہنگ داخل کیا - اس میں موضوع کی نوعیت کے علاوہ انھوں نے مافوق الفطرت قوتوں سے مدد لی -

جدید شاعری کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ سائنس کی اصلاحات کو شعر میں کھپاتے ہیں - اس کی اولین مثال بھی اقبال کے یہاں ملتی ہیں :

ٹکڑے ٹکڑے جس طرح پارے کو کر دیتا ہے گاز

اقبال کے کلام میں رومانی اور کلاسیکی خصوصیات کا ایک انوکھا امتزاج ملتا ہے - انھوں نے کلاسیکی اور رومانی شاعری کا ایک حسین امتزاج پیدا کیا ہے - اس میں شک نہیں کہ علامہ اقبال کی بعض نظمیں مغربی شعراء سے ماخوذ ہیں اور انھوں نے ان کے خیالات سے کبھی استفادہ کیا ہے، لیکن اقبال نے مشرقی شعری روایات کا حق بھی ادا کیا ہے اور اس طرح ان کی شاعری مشرق اور مغرب کا دلکش سنگم ہے -

---

© rasailojaraid.com